تنقید و تبصرہ

تذکرہ زنداں

یہ کتاب مجموعہ ہے جناب خورشید احمد ایم اے ایل ایل بی کے ایام اسیری کے واردات و تاثرات کا۔ موصوف ۶ جنوری ۱۹۶۴ء کو گرفتار کئے گئے۔ اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو آپ مع اپنے ساتھیوں کے رہا ہوئے۔ تذکرہ زنداں بقول خورشید صاحب "اس نئے تجربے کی روداد ہے۔ اس زندگی کی داستان جو آہنی سلاخوں کے پیچھے گزاری گئی۔"

فاضل مصنف کی اس الزام پر گرفتاری عمل میں آئی تھی کہ وہ مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی کے رکن تھے اور ان کی سرگرمیوں سے صوبہ مغربی پاکستان میں تحفظ عامہ اور قیام امن میں خلل واقع ہو رہا تھا۔

اس وقت خورشید صاحب کراچی یونیورسٹی میں استاد تھے۔ اس کے علاوہ جماعت اسلامی کے رسالے "چراغ راہ" کو وہ ایڈٹ کرتے تھے۔ اقبال اکیڈمی کے مجلہ اقبال کے بھی وہ نائب مدیر تھے۔ کراچی کے علمی حلقوں میں ان کا اپنا ایک مقام تھا۔ یہ نو مہینے چار دن جو انہوں نے جیل میں گزارے، اس کی ۳۶۴ صفحات پر مشتمل یہ روداد جہاں ذاتی نوعیت کی ہے، وہاں اس سے جماعت اسلامی کے ارکان کی زمانہ اسیری کی نفسی کیفیات کی بھی بڑی اچھی آئینہ داری ہوتی ہے۔ تذکرہ زنداں مصنف کی ذاتی ڈائری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مصنف اور ان کے ساتھیوں نے یہ ایام جس طرح گزارے اور اس اثنا میں ان کے کیا خیالات و کیفیات تھیں ان کا پورا مرقع اس کتاب میں ہے۔ ایک لحاظ سے یہ کتاب سارے ساتھیوں کی آپ بیتی ہے۔

سیاسی مقاصد کے تحت جیل جانے والوں سے سب کو ہمدردی ہوتی ہے اور خاص کر ان سے تو لوگوں کو اور بھی زیادہ ہمدردی ہوتی ہے، جو خورشید احمد صاحب جیسے پڑھے لکھے اور اہل قلم ہوں اور ان کے بارے میں عام طور سے یہ خیال ہو کہ وہ بے قصور ہیں، "تذکرہ زنداں" پڑھ کر سب سے پہلا تاثر تو اس کے مصنف سے پرخلوص ہمدردی کا ہوتا ہے، اور کتاب کے چند صفحے پڑھنے کے بعد جی چاہتا ہے کہ ساری کتاب پڑھی جائے، اس لئے نہیں کہ کتاب میں جیل کی زندگی کے کوئی نادر تجربات ہیں، بلکہ محض مصنف کی ذات سے قاری کو یک گونہ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ اور مصنف نے یہ زمانہ اسیری آخر تک کس طرح گزارا۔

جہاں تک خورشید صاحب کے ان المناک احساسات کا تعلق ہے کہ انہیں اچانک یونیورسٹی سے پکڑ کر جیل پہنچا دیا گیا اور وہ اپنے عزیزوں اور خاص طور پر اپنے پیارے چھوٹے بھائی سے جدا کر دیئے گئے، ان کا کتاب کے ہر پڑھنے والے پر اثر ہوتا ہے، اور وہ راقم السطور کی طرح مصنف کے لئے اپنے دل میں گہری ہمدردی پاتا ہے، اور انہیں اس طرح جیل بھجوانے والوں سے اس کو ایک گونہ کدورت پیدا ہو جاتی ہے مصنف نے اس کتاب میں اپنے چھوٹے بھائی انیس کا ذکر جس محبت سے کیا ہے، اور اس کے نام انہوں نے جیل سے جو خط لکھا ہے، اس میں اس قدر خلوص، سوز اور اپنائیت ہے کہ اسے پڑھ کر سخت سے سخت دل بھی پسیج جاتا ہے۔ مصنف نے آخر کتاب میں اپنے بارے میں یہ جو لکھا ہے "...... ایک انکشاف تو یہاں آ کر یہ ہوا کہ میں سخت جذباتی واقع ہوا ہوں ہمیشہ مجھ پر عقلیت کا غلبہ رہا ہے اور میں اپنے آپ کو غیر جذباتی سمجھتا رہا ہوں۔ باہر اس بات کا بالکل اندازہ نہ تھا لیکن یہاں محسوس ہوا کہ بے شمار چیزیں ایسی ہیں، جن کے بارے میں میرا رویہ سرتا سر جذباتی ہے..."

اگر مصنف برا نہ منائیں تو ہم عرض کریں گے کہ ان کا یہ حسن ظن کہ "...... تجدد اور تحریف دین کے ہر فتنے کے مقابلہ میں ہم سنت کے تحفظ اور شریعت کے اپنے اصل رنگ میں قائم کئے جانے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم نے ارباب مفاد کے آستانوں پر کبھی جبیں سائی نہیں کی! اس کے بجائے ہم نے اپنی ساری قوتیں احیائے دین، ملت کو بیدار کرنے اور قوم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک تعمیری اور دائمی انقلاب لانے کے لئے وقف کر دی ہیں۔ خدا، اس کے رسول اور اس کے دین کے بارے میں ہم کبھی مداہنت کے لئے تیار نہیں اور پورے

دین کے نفاذ کی جدوجہد میں سرگرم عمل ہیں۔ یہی ہمارا جرم ہے کہ "اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں"۔

ہو رہا ہوں ہدفِ ناوکِ ظلم اصنام
صرف اتنی سی خطا پہ کہ مسلمان ہوں میں

اہل دین کا یہی وہ جرم ہے، جو ارباب دولت اور اصحاب اقتدار کو ہمیشہ بڑا گراں گزرتا ہے"۔ ۱۸

خورشید صاحب کا یہ دعویٰ ممکن ہے یہ دعوے سے زیادہ ان کا پر خلوص اذعان بھی ہو، ہمارے نزدیک سراسر جذباتی ہے، اور ضرورت ہے کہ وہ اسے عقلیت کی کسوٹی پر بھی کبھی پرکھیں۔ اس طرح کے دعاوی اسلامی تاریخ کی گزشتہ صدیوں میں مسلمانوں کی تمام مذہبی تحریکیں کرتی رہی ہیں۔ اور ہر تحریک احیائے دین کے نام سے آگے آئی، اور اس نے اس طرح کی دینی دعوت کی اساس پر اپنی جمعیت بنائی۔ اور ان میں سے بعض جمعیتیں اپنی حکومتیں بنانے میں بھی کامیاب ہو گئیں۔ لیکن آج آپ ہی لوگ ان تحریکوں کو الحاد و زندقہ کا نام دیتے ہیں۔ اور ان کے تمام دعاوی کو فریب و دجل سے تعبیر کرتے ہیں۔

خود اس صدی میں اور اسی سرزمین میں اس طرح کی ایک اسلامی مذہبی تحریک اٹھی، جس کے ماننے والوں کو جماعت اسلامی کے ارکان سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے ہاں ایسے دینی دعاوی، جیسے کہ آپ کے ہیں، کہیں زیادہ تھے، اور اس کے ارکان کی زندگی انفرادی طور پر اور اپنے عقائد کے اعتبار سے آپ حضرات سے کہیں زیادہ گہرے مذہبی احساسات و کیفیات کی حامل تھی وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ اس زمانے میں صحیح اسلام کے علم بردار ہیں، لیکن آپ کی جماعت ان سب دعاوی کو غلط اور اس جماعت کو گمراہ مبلغ دین سمجھتی ہے۔ غرض احیائے دین کا دعویٰ کرنا، اور اس کی وجہ سے اگر کچھ تکالیف کا سامنا کرنا پڑ جائے، تو اپنے آپ کو امت کے ان تمام برگزیدہ حضرات کا مثیل سمجھ لینا، جن کی مسلمانوں کے دلوں میں عزت ہے، ایک جذباتی و منطقی مغالطہ ہے۔ جذباتی اپنے حق میں، اور منطقی دوسروں کے لئے۔ اس مغالطہ کا شکار مسلمانوں کے اکثر مذہبی فرقے رہے ہیں اور بدقسمتی سے جماعت اسلامی کے بہت سے مخلص ارکان بھی اس کا شکار ہیں۔ حق و ناحق جانچنے کا یہ طریقہ غلطیوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اور اس میں جذباتی قسم کے افراد اکثر ٹھوکریں کھاتے

ہیں۔ دراصل احیائے دین کے اس طرح کے دعاوی کو الگ رکھ کر جماعت اسلامی کے مقاصد عزائم اور کردار کو جانچنے کی ضرورت ہے اور افسوس یہ ہے کہ اکثر محض اپنے خلوص سے اپنے برحق ہونے کا ثبوت دیا جاتا ہے، جو ظاہر ہے ہر حال میں صحیح نہیں ہوتا۔

"تذکرۂ زنداں" اس لحاظ سے بڑا دلچسپ ہے کہ اس میں اشعار بڑی کثرت سے ہیں، اور ان کا انتخاب بڑا اچھا اور باموقع ہے۔ بعض دفعہ تو قاری ایک ایک شعر پر رک جاتا اور اسے بار بار پڑھ کر لذت اندوز ہوتا ہے۔ ان اشعار سے کتاب کی ادبی حیثیت اور اونچی ہو گئی ہے، اور یوں بھی خورشید صاحب کا بڑا رواں قلم ہے، اور وہ بڑی اچھی نثر لکھتے ہیں۔

کتاب میں بعض تاریخی واقعات صحیح نقل نہیں کئے گئے۔ ص۲۲ پر امام ابن تیمیہ کا قاہرہ کی جیل میں زہر کا پیالہ پی کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرنے کا ذکر ہے ہمارے خیال میں امام صاحب کا انتقال دمشق کے قلعہ میں ہوا تھا۔

شاہ عبدالعزیز کا بخت خاں کے ہاتھوں ظلم و ستم اٹھانا بھی صحیح نہیں۔ "کامریڈ" کا بے چینی سے انتظار کرنے والا دوسرا وائسرائے ہند لارڈ کرزن نہ تھا وہ بہت پہلے واپس جا چکا تھا۔

کراچی جیل کے ذکر میں مصنف نے پہلی جنگ عظیم کے بعد مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی اسی جیل میں محبوس بتایا ہے۔ مولانا آزاد ان کے ساتھ نہیں تھے، ان پر اس زمانے میں کلکتہ میں مقدمہ چلا تھا۔

کتاب کی طباعت اور کتابت بڑی اچھی ہے۔ قیمت سستا ایڈیشن چھ روپے، اعلیٰ ایڈیشن دس روپے۔

ناشر مکتبہ چراغ راہ، آرام باغ روڈ، کراچی

(م۔ س)